

مفت و فزہ

# خدا مال دین

مسیح  
میں لقمہ حیات مولا محمد  
شیخ الاسلام

۱۵ جولائی ۱۹۸۳ء

ایک از مطبوعات محمد بن عبد اللہ دین لاہور

مدیر - / ۲ روپے



# احادیث الرسول

ترجمہ منافق کی علامتیں

عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ عَمْرٍو رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا وَمَنْ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ فَلَيْسَ بِمُنَافِقٍ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ حَسَنَةٌ يَكُونُ إِذَا أَتَى نَجَسًا وَإِذَا خَالَصَ فَجَرَ -

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ چار باتیں ہیں جن میں ہوں گی وہ خالص منافق ہے اور جس میں ان چار میں سے ایک بات ہوگی اس میں ایک بات نفاق کی ہوگی۔ تاوقتیکہ اس کو چھوڑ نہ دے۔ وہ چار باتیں یہ ہیں۔

۱۔ اس کے سپرد کوئی امانت کی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ (۲) بات کرے تو جھوٹ بولے (۳) وعدہ کرے تو پورا نہ کرے (۴) اور بڑے تو گالیوں پر اترائے۔

قرآن کریم میں آتا ہے کہ ہر تحریک کے وقت تین قسم کے لوگ جنم لیتے ہیں ایک وہ نیک اور پاک بندے جو دل جان سے اس کے حامی و مددگار ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ جو اس کے کٹر مخالف ہوتے ہیں، تیسرے وہ جو ان دونوں کے درمیان کی خیال اختیار کرتے ہیں جو اس تحریک کو زبان سے اچھلکتے ہیں مگر دل سے اس کی مخالفت کرتے ہیں۔ دوسری قسم کے لوگوں کی نسبت اس تحریک کو تیسری قسم کے لوگوں سے زیادہ خطرہ ہوتا ہے کیونکہ نہ تو وہ کھل کر اس کی مخالفت کرتے ہیں اور نہ حمایت۔ اس لیے ان کا پہچانا مشکل ہو جاتا ہے۔ اسلام کے ساتھ بھی یہی تین قسمیں پیدا ہو گئیں۔ ان کو قرآن مجید نے مومنین، کافر اور

منافق کا نام دیا ہے۔

نبی کریمؐ کی اس حدیث میں ایسی چار علامتیں بیان کی گئی ہیں جن سے منافق کی پہچان آسانی سے ہو سکتی ہے اور ہر مسلمان ان سے بچنے کی تدبیر کر سکتا ہے۔ جس کسی میں یہ باتیں موجود ہوں وہ منافق ہے۔ اگر ان میں سے بعض ہوں تو وہ اسی حد تک منافق ہے۔

پہلی علامت یہ ہے کہ اگر اس کو کوئی امانت سپرد کی جائے تو وہ اس میں خیانت کرے۔ امانت سے ذمہ داریاں، فرائض اور پابندیاں، عہد پورا کرنا سبھی کچھ مراد ہے۔ ان میں غفلت، کوتاہی اور تساہل وغیرہ کرنا خیانت ہے۔ یہ برائی ظاہر کرتی ہے کہ منافق لوگوں پر اپنا جھوٹا اعتماد جھانپتے ہیں اور جب لوگ ان کو یہ امانتیں سونپتے ہیں تو وہ بددیانتی کرتے ہیں اور دھوکہ بازی سے کام لیتے ہیں اس طرح وہ لوگوں کا سخت نقصان کرتے ہیں۔ اور انجام کار خود بھی ذلیل و رسوا ہوتے ہیں۔ منافق کی دوسری نشانی یہ ہے کہ وہ جب بھی بات کرتا ہے جھوٹ بولتا ہے ہمیشہ غلط اطلاعات دے کر لوگوں کو غلط فہمی میں رکھتا ہے جس سے انفرادی اور اجتماعی محبت سے نقصانات ہوتے ہیں۔ تیسری علامت یہ ہے کہ وہ جب وعدہ کرتا ہے تو اسے پورا نہیں کرتا۔ جب پہلے پہل اختیار کرتے ہوئے اس کی بات مان لیتے ہیں۔ بعض اوقات ایسے لوگوں کو اپنا نمائندہ بھی چن لیتے ہیں لیکن مطلب نکالنے کے بعد وہ اپنے تمام وعدے بھول جاتے ہیں۔ اور لوگ سخت نقصان اٹھاتے ہیں۔ منافق کی چوتھی نشانی یہ ہے کہ جب کسی سے جھگڑے کی نوبت آتی ہے تو معقول بات کی بجائے گالیوں پر اتر آتا ہے اور کسی وقار کی پرواہ نہ کرتے ہوئے ہر قیمت پر دوسروں کو نیچا دکھائے اور ذلیل کرنے کی کوشش کرتا ہے نہ اپنی عزت کا خیال کرتا ہے نہ دوسروں کا وقار قائم رکھتا ہے۔

باتیں ان کے یاد رہیں گے

حضرت لاہوریؒ کے ارشادات عالیہ کا مسلسل انتخاب

## مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ

بعض الفاظ مختلف زبانوں میں مستعمل ہوتے ہیں۔ اور ان مختلف زبانوں میں ان کے معنی بھی بدل جاتے ہیں۔ مثلاً بعض الفاظ سندھی میں گالی ہیں اور پنجابی زبان میں وہ بڑے مہذب سمجھے جاتے ہیں۔ اور بعض الفاظ پنجابی زبان میں گالی ہیں اور سندھی زبان میں بڑے مہذب سمجھے جاتے ہیں۔

### علیٰ بن ابی القیاس

مردہ اور زندہ کے الفاظ عام انسانوں کی اصطلاح میں ان کے معنی کچھ اور ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصطلاح میں ان کے معنی کچھ اور ہیں عام انسانوں کی اصطلاح میں زندہ وہ ہے جو چلے پھرے، کھائے پیئے، بولے چالے وغیرہ وغیرہ۔ اور مردہ وہ ہے جو نہ اٹھے نہ بیٹھے، نہ کھائے، نہ بولے چالے وغیرہ وغیرہ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

### کے اصطلاح

ابی موسیٰؓ سے روایت ہے فرمایا

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہے۔ اور جو یاد نہیں کرتا۔ زندہ اور مردہ کی ہے۔ (یعنی ذاکر زندہ اور غافل مردہ)

### حاصلے

یہ نکلا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی اصطلاح میں ذکر الہی کرنے والے کو زندہ اور ذکر الہی نہ کرنے والے کو مردہ سمجھا جائے گا۔ جب غافل کو مردہ کہا گیا ہے پھر مشرک اور کافر تو بطریق اولیٰ شریعت کی اصطلاح میں مردہ کہلانے کے مستحق ہوں گے۔

### زندہ سے مردہ کے پیرائے

حضرات انبیاء علیہم السلام ذاکرین کے امام ہیں۔ اس لئے ان کی روحانی زندگی دوسروں کی روحانی زندگیوں سے بہت ہی اعلیٰ اور ارفع ہوتی ہے۔ اب اس ذات بے نیاز کا نمائشا دیجئے۔ اور اس کی بے نیازی کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ اور بالآخر عقل کو یہ ماننا پڑتا ہے کہ اے اللہ تیری

مصلحتوں اور حکمتوں کو تو ہی جانتا ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ تیرا ہر کام مصلحت پر مبنی ہوتا ہے۔ مگر انسان نیری مصلحتوں کی تہ تک پہنچنے سے عاجز ہے۔ بس یہی عقیدہ کافی ہے۔ جیسا کہ شریعت میں آیا ہے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اس کی کینیت دریافت نہیں کرتے۔

### قدرت کا تماشا

حضرت نوح علیہ السلام سب سے پہلے اور اولوالعزم نبی اور ان کا بیٹا کافر۔ قولہ تعالیٰ اور نوحؑ نے اپنے بیٹے کو پکارا۔ جب کہ وہ کنارے پر تھا۔ اے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا۔ اور کافروں کے ساتھ نہ رہ، کہا میں ابھی کسی پہاڑ کی پہاڑی سے لے لیتا ہوں۔ جو مجھے پانی سے بچائے گا۔ کہا آج اللہ کے حکم سے کوئی بچانے والا نہیں۔ مگر جن پر وہی رحم کرے اور دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی۔ پھر وہ ڈوبنے والوں میں ہو گیا۔



## اداریہ

## نوشتہ دیوار پڑھنے کی ضرورت

مولانا عبید اللہ انور کے دو خطبے خدا م الدین میں شائع ہو چکے ہیں۔ دونوں خطبے استحکام پاکستان کے حوالے سے مرتب ہوئے جامع مسجد شیرانوالہ میں پڑھے گئے اور پھر شائع ہوئے۔ ان کا مرکزی تخیل حضرت الامام لاہوری قدس سرہ کا وہ مشہور خطبہ تھا جو لاہور کے ایک اہم ملی اجتماع میں ایک ذمہ دار وزیر کی صدارت میں پڑھا گیا تھا۔ حضرت لاہوری نے روحانی اور مادی ہر دو اعتبار سے ملکی استحکام کا نسخہ راعی اور رعایا کو بتایا۔ ان کے خلف الرشید نے وہی باتیں موجودہ حکمرانوں کے سامنے دہرائیں۔ عوام کو ان سے آگاہ کیا اور یوں اہل دنیا پر حجت تمام کر دی۔ رمضان (۲۷) ۱۳۶۶ء میں ملک بنا ۲۴ سال بعد اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ یہ المیہ گھر کے چراغوں کے باعث رونما ہوا، جو بجائے روشنی بکھرنے کے گھر کے خرمین حیات کو برباد کرنے کا باعث بن گئے۔ اس مصیبت عظمیٰ کو ۱۲ سال ہونے کو ہیں سکندر مرزا جیسے محبوی الاصل حکمران نے بھٹو کی شکل میں جو بل ہزار داستان تلاش کی۔ وہ ایوبی دور میں خوب چمکی اور چمکی اور بلاشبہ دوسرے محبوی فطرت بچی خان کے بعد سقوط ڈھاکہ کا مجرم بن گیا۔ اس نے ملک کو دو ٹکڑے کر کے اقتدار سنبھالا اور پھر وہ ناکم رچائے کہ کسی کی عزت محفوظ نہ رہی۔ نو سپوتوں نے اس کے اقتدار کو چیلنج کیا اس کا اقتدار تو نہ

مردہ سے زندہ کے پیدائش

قولہ تعالیٰ۔

اور کتاب میں ابراہیم کا ذکر کر۔

بے شک وہ سچا نبی تھا۔ جب

اپنے باپ سے کہا۔ اے میرے

باپ تو کیوں پوچھتا ہے۔ ایسے کو

جو نہ سنتا اور نہ دیکھتا ہے۔ اور

نہ میرے کچھ کام آسکے۔ اے میرے

باپ بے شک مجھے وہ علم حاصل ہوا

ہے۔ جو تمہیں حاصل نہیں تو آپ میری

تابعداری کریں۔ میں آپ کو سیدھا

راستہ دکھاؤں گا۔ اے میرے

باپ شیطان کی عبادت نہ کر۔

بے شک شیطان اللہ کا نافرمان ہے۔

اے میرے باپ بے شک مجھے

خوف ہے کہ تم پر اللہ کا عذاب

آئے۔ پھر تم شیطان کے ساتھی ہو

جاؤ۔ کہا اے ابراہیم کیا تو میرے

معبودوں سے پھرا ہوا ہے البتہ

اگر تو باز نہ آیا۔ میں تجھے سنگسار

کر دوں گا اور مجھ سے ایک مدت

تک دور ہو جا۔

حاصلے

یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام

کا باپ مشرک ہونے کے لحاظ سے مردہ

ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام امام الموحدين

ہونے کے لحاظ سے زندہ ہیں۔ تو گویا کہ

ایک مردہ سے زندہ پیدا ہوا۔

فائز بنایا اولی الابصار

حضرت شیخ التفسیر کا ترجمہ وحاشیہ

قرآن عزیز

قسم اول ۱۲۰/۰۰ قسم دوم ۶۰/۰۰

مکتبہ انجمن خدا م الدین لاہور

\*\*\*\*\*

خدا م الدین

بیسر ادارہ

حضرت مولانا عبید اللہ انور

اہتمام

مولانا محمد اجمل قادری

\*

محمد سعید الرحمن علوی

محمد ظہیر میر ایل ایل بی ایم اے

مولانا عبید اللہ انور نے کامیاب پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر شیرانوالہ گیسٹ لاہور سے شائع کیا

جلد ۲۹	۳ شوال المکرم	۱۵ جولائی	شمار ۲
	۱۳۰۳ھ	۱۹۸۳ء	

دفاتر

انجمن خدا م الدین	خدا م الدین مرکز
بلڈنگ پہلی چورنگی	اندرون شیرانوالہ
ناظم آباد کراچی	گیسٹ لاہور

بدل اشتراک

سالانہ	۸۰/-
ششماہی	۴۵/-
سہ ماہی	۲۵/-

\*\*

مکتبہ



رہا لیکن نو سپوت بھی نہ رہے۔ ان میں مخلص کم تھے خود غرض، اقتدار پرست اور جاہ پسند زیادہ۔ دین دار کم تھے بے دین و بے عمل زیادہ۔ کراچی سے پشاور تک لاکھوں کے جماع میں ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر اپنے اتحاد کا دھندلورہ بیٹنے والے اے الجھے کہ الامان۔ یہ باہمی الجھاؤ انہی دنوں شروع ہو چکا تھا جب مذاکراتی ٹیم ہنوز مسائل حل کرنے کی کوشش مصروف تھی، فوجی اور اس قسم کے لوگ ان کمزوریوں سے واقف تھے یا ہو گئے۔ انہوں نے ۹ سواروں کو پٹنٹی دی اور خود اقتدار سنبھال لیا۔ ان سطور کی تحریر کے وقت نشہ اقتدار کا شکار ان لوگوں کے چہ سال پورے ہو چکے ہیں۔ ان چھ سالوں میں اخلاق و شرافت کا جس طرح جنازہ نکلا، اسلامی روایات نے دم ٹوڑا، فرقہ واریت کے عفریت نے خرمن امن کو تاراج کیا اور ظلم و زیادتی نے پل پرزے نکالے، ان کا انکار مٹھی بھر مفاد پرست مراعات یافتہ اور نامزد ممبران شوریٰ جیسے لوگ تو کر سکتے ہیں۔ باقی کسی کو یہ جرأت نہ ہوگی۔ ہر کوئی ان حقائق کا اظہار کرے گا اور برملا سوچیں اس دور میں ڈاکٹر عبدالسلام جیسے رسوائے زمانہ مرتد کی آڑ میں قادیانیت کو کتنا رسوخ حاصل ہوا۔ مولانا محمد اسلم ختم نبوت کے عقیدہ کے اظہار و تبلیغ میں کس ابتلا کا شکار ہوئے۔ شعبہ مالیات کی ہدایات میں قادیانیوں کو "اسلم" کہہ کر اسلام کا مذاق اڑایا گیا۔ غور کریں بھٹو کے دور میں شیعہ سنی نصاب کی تفریق کر کے فرقہ واریت کو ہوا دی گئی تو اب زکوٰۃ و عشر کے نام پر یہ ناکم کھیلا گیا اور ہر کسی کو موقعہ دیا گیا کہ مکان کی چھت پر سیاہ جھنڈا لگا کر زکوٰۃ و عشر سے چھٹکارا حاصل کرے۔ عزیزو! اسی دور میں نین قسم کا عدالتی نظام سامنے آیا۔ جس میں شرعی عدالتوں کا نمبر سب سے آخر ہے اور ان کے اختیارات دیکھ کر رونا آتا ہے۔ ان کے اہلکار وہ تھے جنہوں نے یورپ میں کھڑے ہو کر سودی حکومت کے کنٹرول سے مکہ مدینہ نکالنے کا مطالبہ کیا۔ اب وہ آئے جنہوں نے کراچی اور لاہور وغیرہ میں ائمہ حرمین کی افتد میں نماز ادا کرنے والے لاکھوں مسلمانوں کے بے ایمان ہونے کا فتویٰ دیا۔ اس نصب کا شکار لوگ اس مقدس کرسی کا کتنا احترام کریں گے؟ برادران دینی۔ اس دور کی برکات کہاں تک گنوائیں۔ ستم و المیہ ہے کہ ماضی کے اندھے بہرے حکمرانوں کی طرح اب بھی وہی حال ہے اور باروں کو "سب اچھا" کی چٹکی دے کر مطمئن کیا جا رہا ہے حالانکہ سب اچھا نہیں۔ جنہیں اصلاح کا فرض سرانجام دینا تھا ان میں سے کچھ نو افغان۔ نان کے مسائب کا بوجھ ہلکا کرنے میں مصروف ہیں تو کچھ نماز روزہ سے آزاد و بے نیاز ہو کر "اذانیں" دینے کا شغل فرا رہے ہیں۔ کچھ جماعتی سرچھٹوں و انتشار کے زخم اس طرح چاٹ رہے ہیں کہ کل کے لونڈے اپنے بزرگوں کے منہ آ رہے ہیں۔ اور کچھ ہیں کہ وہ ایک اتحاد کے نام پر "انتشار الملت" بنے بیٹھے ہیں۔ نوشتہ دیوار کوئی نہیں پڑھتا۔ فوجی نہ غیر فوجی۔ راعی نہ رعایا، عالم نہ عالمی، شیخ نہ مرید، رہنما نہ ورکر۔ معلوم ہوتا ہے پاکستان آخری دور کے بد نصیب، مغلوں کی راجدھانی ہے جس میں نہ نظم ہے نہ انتظام۔ ہر ایک اپنی اپنی ہانک رہا ہے اور نفسی نفسی کا شکار ہے۔ خود غرضیاں ہیں، مفاد پرستی ہے، بے راہ روی اور بے جوابی ہے، اللہ کا ڈر غائب، رسول کی شرم رخصت۔ انسان نہیں انسان نما جانوروں کا غول ہے۔ گلہ ہے جس کا رہبر کوئی نہیں، کاروں ہے جس کا امیر کوئی نہیں۔ ایسا گلہ، ایسا غول کب تک جئے گا، کب تک خیر منائے گا۔ پس اے لوگو! تم کہیں بھی ہو، کچھ بھی ہو نوشتہ دیوار پڑھو۔ اس وقت سے پہلے جب تم نمائند بن جاؤ، اغمو کو روزگار بن جاؤ۔ اور منڈی میں تمہارے سروں کا سودا ہونے لگے۔ اے اللہ تو ہمیں غفل و فہم سے نواز اور ہمیں ہوش کے ناخن دے۔

## خطبہ جمعہ

# یاران نبی کا مشالی کردار

جانشین شیخ التفیق حضرت مولانا عبید اللہ انور مظلمہ العالی

بعد از حمد و صلوة :-

اھو ذب اللہ من الشیطن الرجیم :-

بسم اللہ الرحمن الرحیم :-

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهُ اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَلٰی الْکُفَّارِ رَحْمًا وَّ بَیِّنًا (صدق اللہ تعالیٰ العظیم)

## اسوۂ صحابہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے

بزرگان محترم، معزز خواتین! آج کی معروضات جمعہ کا عنوان ہے۔ "صحابہ کرامؓ کا اسوۂ حسنہ ہماری زندگی کے لیے مشعل راہ ہے"۔

میں نے جو آیت پڑھی ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں، اور وہ لوگ جو ان کے ساتھ ہیں کفار پر بہت سخت اور آپس میں نرم دل ہیں۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی امتیازی خصوصیت اور ان کے شایان شان اعزاز کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ دائین معنی سے بالاتفاق صحابہ کرامؓ ہیں جو حضورؐ کے ساتھ تھے آئندہ ان ہی کے صفات کا تذکرہ ہے۔ معیت کی صفت دیے تو ہر صحابی رسولؐ کو شامل ہے۔ کیونکہ صحابیؓ کی تعریف میں خود معیت کا معنی آ جاتا ہے۔

## صحابہ کون؟

قاضی ابوبکر محمد بن الطیب کا قول میں نے کسی کتاب میں پڑھا ہے۔ اہل لغت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابی صحبت سے مشتق ہے۔ صحبت کا اطلاق ہر اس شخص پر ہو سکتا ہے جس نے کم یا زیادہ کسی کی صحبت اٹھائی ہو۔

منبط و ترتیب : علوی

امام احمد بن حنبلؒ نے بڑی پیاری تعریف کی ہے۔ کہ ہر وہ شخص جس نے اسلام کی حالت میں ایک ماہ یا ایک دن یا ایک ساعت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحبت اٹھائی یا صرف ایمان کی حالت میں آپؐ کو دیکھا وہ صحابی ہے۔ اور یہی تعریف صحابی کی امام بخاریؒ نے کی ہے۔

بعض محدثین کے نزدیک تو صحابی کا خطاب ان لوگوں کو بھی دیا جاسکتا ہے جنہوں نے حالت اسلام میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تھوڑی سی دیر کے لیے صحبت اٹھائی ہو۔ ان کے نزدیک آنکھوں سے دیکھ ضروری نہیں۔ وہ اپنے اس دعوے کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ بعد اللہ بن کننہؓ اندھے تھے۔ اس لیے حضورؐ کو آنکھوں سے نہ دیکھ سکے لیکن اس کے باوجود آپؐ کا شمار جلیل القدر صحابہ کرامؓ میں ہوتا ہے۔ آپؐ ہی کے بارے میں سورۃ عبسؑ دَتَوَلَّیٰ انزی۔ یہ صحابی ہونے کا شرف اس بناء پر حاصل تھا کہ آپؐ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود نہ دیکھنے کے شرف ملاقات اور شرف صحبت حاصل تھا۔

ہمارے جمہور علماء کرام صحابی کی اس آسان تعریف پر متفق ہیں کہ جس نے حالت اسلام میں محض آپؐ کو دیکھا یا آپؐ کی صحبت یا ملاقات کی اس کو صحابی کہا جائے گا۔ لیکن جو باوجود مسلمان ہونے کے آپؐ کو نہیں دیکھ سکا۔ یا آپؐ کی صحبت اور ملاقات اس کو میسر نہیں ہوئی اس کو صحابی نہیں کہا جائے گا۔ اس کی واضح مثال حضرت اویس قرنیؓ کی ہے۔ باوجود اس بات کے کہ حضورؐ کا زمانہ پایا۔ مسلمان ہوئے۔ ملاقات اور دیکھنا



نصیب نہیں ہوا۔ اس بناء پر صحابہ کرامؓ کے زمرہ میں ان کا شمار نہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے۔ ان کے تقویٰ اور زہد کی وجہ سے بڑے بڑے باوقار اور عظیم المرتبت صحابہ ان کا بہت احترام کرتے ہیں۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ جیسی باوقار اور عظیم المرتبت شخصیت جن کا تمام امت میں انصاف کے اعتبار سے دوسرا درجہ ہے اویں قرنیٰ سے اپنے حق میں دعا کہواتے ہیں۔ تابعین میں سب سے بلند پایہ درجہ حضرت اویں قرنیٰ کا ہی ہے۔

### صحابہ کرامؓ کی تعداد

بات حضورؐ کی معیت کی ہو رہی تھی کبھی وہ وقت بھی تھا۔ جب آپؐ نے اعلان توحید کیا تو سوائے خدا کے اور کوئی آپؐ کا ساتھ نہیں دے رہا تھا۔ لیکن پھر وہ وقت بھی آیا اور جلدی آیا کہ ابوبکر صدیقؓ حضرت علیؓ، حضرت حمزہؓ اور زید بن ارقمؓ وغیرہم چند نفوس قدسیہ کو آپؐ کی معیت نصیب ہوئی۔ رفتہ رفتہ اس کاروانِ حق و صداقت میں اضافہ ہوتا گیا یہاں تک کہ جب یہی قافلہ صدق و صفا مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچتا ہے اور کفار کے ساتھ سب سے پہلی جنگ بدر کے میدان میں لڑتا ہے تو ان پاک جانباذوں کی تعداد صرف تین سو تیرہ ہوتی ہے۔ میدان بدر میں ان کی تعداد میں کمی آجاتی ہے کیونکہ چند صحابہ کرامؓ جام شہادت نوش کرتے ہیں جب احد کا میدان کارزار گرم ہوتا ہے تو ایک ہزار کی تعداد میں مدینہ سے لشکر نکلتا ہے۔ جن میں سات سو مخلص مومنین کی تعداد ہے۔ جب صلح حدیبیہ کا موقع آتا ہے تو یہی تعداد پندرہ سو تک پہنچ جاتی ہے اور حضورؐ حکم فرماتے ہیں۔ اَلْغَنُوا لِيَ مَن شَلَفَ بِالْإِسْلَامِ مِنَ النَّاسِ جو لوگ اسلام کا کلمہ پڑھتے ہیں مجھے ان کے نام لکھ کر دو۔ جب مکہ فتح ہوتا ہے تو دس ہزار صحابہ کرامؓ کا لشکر جہاد آپؐ کے ساتھ ہے۔ فتح مکہ کے بعد تمام عرب اسلام کے حلقہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ جب غزوہ

حنین کی باری آتی ہے تو خدام، بچوں اور عورتوں کے علاوہ بارہ ہزار صحابہ کرامؓ آپؐ کی معیت میں ہوتے ہیں۔ غزوہ تبوک میں بچوں اور عورتوں کو چھوڑ کر تیس ہزار کا عظیم لشکر آپؐ کے ہمراہ ہوتا ہے۔ حجة الوداع کے موقع پر چالیس ہزار مجاہدین آپؐ کے ساتھ ہیں۔ جب آپؐ اس دار فانی سے کوچ کرتے ہیں تو امام شافعیؒ کی روایت کے مطابق بچوں اور عورتوں کے علاوہ ساٹھ ہزار جانثار اور فداکار اپنے پیچھے چھوڑ کر جاتے ہیں

امام ابوذرؓ رازی کا مشہور قول ہے کہ آپؐ کے وصال کے وقت جن لوگوں نے آپؐ کو دیکھا اور آپؐ سے حدیث سنی ان کی تعداد ایک لاکھ سے زائد تھی۔ اسی بناء پر علماء امت اپنے خطبات، اپنے بیانات اور اپنی تحریروں میں ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش صحابہ کرامؓ کی تعداد بتاتے ہیں۔

### صحابہ کرامؓ کی تکالیف

آپؐ کی اس معیت کی وجہ سے ہی ابتدائے اسلام میں بعض صحابہ کرامؓ کو خاک و خون میں تڑپایا گیا۔ آپؐ کی آتی پر چڑھایا گیا، ان کی رگ گلو پر نشتر چلایا گیا مکہ کے گلی کوچوں کو ان کے لیے مقتل بنایا گیا۔ مختلف مقامات پر ان کے لیے تختہ دار کوسجایا گیا، جو رستم کا ہر تیران پر برسایا گیا، دھکے ہوتے انگاروں میں ہوتی ریت کے ذریعہ ان کو تختہ مشق بنایا گیا۔ ظلم و جفا کا ہر وار ان پر آزمایا گیا۔ مکہ میں برسرِ عام حضرت زیدؓ کو سولی پر چڑھایا گیا لیکن ان سب اوجھے ہتھکنڈوں اور جہلوں کے باوجود صحابہ کرامؓ کو حضورؐ کی معیت سے نہ ہٹایا جاسکا۔ اور نہ ہی دامانے مصطفیٰؐ ان کے ہاتھوں سے چھڑایا جاسکا۔

حضرت جابرؓ ام انار کے غلام تھے۔ جب اسلام لانے تو ام انار نے لوہا گرم کر کے ان کے سر پر رکھا۔ ایک دن حضرت عمرؓ نے ان کی پیٹھ دیکھی تو کہا۔ آج تک ایسی پیٹھ میری نظر سے نہیں گزری۔ حضرت جابرؓ نے جواب دیا کہ کفار نے انگاروں پر لٹا کر مجھ کو

گھسیٹا تھا یہ وہی نشانات ہیں۔

### روحانی اذیتیں اور صحابہ کرامؓ کا جذبہ فداکاری

ان جسمانی اذیتوں اور تکالیف کا ذکر یہاں کیا روحانی طور پر بھی صحابہ کرامؓ کو حضورؐ کی معیت کے درجہ میں طرح طرح کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ قبیلہ، کنبہ، خاندان اور ماں باپ تک سے قطع تعلق کرنا پڑا، بہن بھائیوں کی محبت سے محروم ہونا پڑا، اور تو اور عمر بھر کے ساتھی رفیقہ حیات تک کو اگر اپنے ہاتھوں ذبح کرنا پڑا تو اس سے بھی دریغ نہ کیا۔ حالانکہ بی بی سب کو محبوب ہوتی ہے۔ لیکن صحابہ کرامؓ کے لیے خدا اور اس کے رسولؐ سے عشق اور محبت نے ایسی محبوب و پسندیدہ چیز کو بھی مبغوض بنا دیا تھا۔

حضورؐ کے ایک اطاعت گزار کا واقعہ ہے۔ کہ ان کی بی بی جو نہایت حسین و جمیل عورت تھی اکثر حضورؐ کو برا بھلا کہتی رہتی تھی۔ وہ صحابی اکثر اسے کو سختی کے ساتھ بار بار منع کرتے لیکن اپنی اس عادتِ قبیمہ سے باز نہیں آتی تھی۔ اپنی اس محبوب بیوی کے ساتھ جو تعلقات اس عاشق رسولؐ کے تھے ان تعلقات کو خود ایک جملہ میں اس محبت صادق نے بیان کر دیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ لَیْ مِثْلُ ابْنِ مَسْلُومٍ اَللّٰهُمَّ تُؤَيِّتُنِیْ وَ تَكْفُرُ لِیْ رَفِیقَتِیْ۔ اس سے میرے دو بچے موتیوں کی مانند تھے اور وہ میری ہمد تھی۔ لیکن کبھی کی ماں کب تک خیر مانی۔ ایک دفعہ رات کے وقت ان کی بیوی اپنی خصلتِ بد کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہہ رہی تھی۔ اور الفاظ انتہائی گستاخانہ تھے۔ صحابی رسولؐ نے ان الفاظ کو سن لیا۔ ان الفاظ کو سنتے ہی تن بد میں آگ لگ گئی۔ معیت رسولؐ کی پاسداری کا خیال کر کے تمام تعلقات کو بھول گئے۔ کلباڑی اٹھائی اور بیوی کا پیٹ چاک کر دیا۔ عشق رسولؐ کا یہ جذبہ معیت رسولؐ کا اتنا پاس اور دین کے لیے سب کچھ بچھ دینے کا سودا ان ہی عاشقانِ پاک طینت کے سروں میں

سایا ہوا تھا۔

آج کون ہے اس دور میں جو اتنی بڑی قربانی دے سکے۔ زبانی دعوے تو ہم سب کرتے ہیں، ناموس رسولؐ پر مر مٹنے اور کٹ مرنے کے الفاظ تو ہماری زبانوں سے بھی ادا ہوتے رہتے ہیں لیکن جب آزمائش اور امتحان کا موقع آتا ہے تو ہم جادہ حق سے پھسل جاتے ہیں، ہمارے قدم ہلکھڑا جاتے ہیں اور استقامت و استقلال کا دامن چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

### صحابہ کرامؓ کا کردار اور ہم

صحابہ کرامؓ کا اسوۂ حسنہ دیکھ عام حالات میں بھی اور پھر خاص کر جب باطل سے ہماری ٹکری ہو، اس حالت میں تو خصوصی طور پر ان کے حالات زندگی سے ہم سبق حاصل کرنا چاہیے۔ کہ کس طرح حق پر وہ ڈٹے رہے۔ پہاڑ اپنی جگہ چھوڑ سکتے تھے لیکن مصائب اور مشکلات کے وقت صحابہ کرامؓ جرات و بہادری استقامت الی الحق کے لیے پہاڑ ثابت ہوئے کہ جن کو اپنی جگہ سے ہٹانا امر محال تھا۔

### استقامت کا بدلہ

اس استقامت کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ قرآن ان کے بارے میں اعلان کرتا ہے۔ تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلَائِکَةُ وَالسُّلُوحُ اَلَا تَخَافُوْنَ اَلَا تَحْزَنُوْنَ جو لوگ استقامت ایمان کے دعوے پر اختیار کرتے ہیں۔ اللہ کی جانب سے فرشتے اور جبریل امین اس بات کی تسلی دیتے ہیں کہ گھبراؤ نہیں، خوف نہ کھاؤ، کسی قسم کا غم نہ محسوس کرو۔ یہ تو دنیا کا انجام ہے اور آخرت کا نیتیم۔ اَبَشِّرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنتُمْ تُوعَدُوْنَ۔ کی صورت میں ہے کہ خوش ہو جاؤ تمہارے ساتھ اللہ نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے۔ خداوند قدوس کا کتنا بڑا انعام ہے کہ دنیا میں ہر قسم کے رنج و غم سے نجات دے دی اور آخرت میں جنت جیسی لازوال نعمت عطا فرمادی اس سے بہتر، اس سے افضل اور کون سا انعام ہو سکتا ہے۔



## آیت کریمہ اور حضرت ابن عباسؓ

اس آیت کی تشریح اگر ابن عباسؓ کی تفسیر کے مطابق کی جائے تو پھر یوں ہوگی کہ اَلَّذِیْنَ مَعَهُ سے مراد حضرت ابوبکر صدیقؓ ہیں۔ کیسے؟

### حضرت صدیقؓ کا کردار

وہ اس طرح کہ جب حضورؐ بیت اللہ میں توحید کا اعلان کرتے ہیں تو مشرکین عرب پتھروں کی بوچھاڑ کر دیتے ہیں۔ لیکن ابوبکرؓ معیت رسولؐ کا یوں ثبوت دیتے ہیں کہ کیا تم ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو صرف یہ نعرہ حق بلند کرتا ہے کہ میرا پانہزارؓ میرا حاجت روا اور مشکل کشا صرف اللہ ہے۔ تو ابوبکر صدیقؓ پر دشمن پل پڑتے ہیں لیکن کیا مجال کہ وہ بھاگے ہوں یا فرار اختیار کیا ہو۔ جنگ بدر میں جاتے ہیں تو ابوبکر صدیقؓ ساتھ ہیں، احد کا میدان کارزار گرم ہوتا ہے تو ابوبکر صدیقؓ پہرہ دار ہیں۔ غزوہ خنین اور تبوک میں ہم سفر ہیں، ہجرت کی رات آپؐ کے ساتھ ہیں۔ پتھر پل اور سنگلاخ زمین پر حضورؐ کے پاؤں زخمی ہوتے ہیں تو کندھوں پر اٹھا کر غار ثور تک پہنچاتے ہیں۔ پھر دبائے پر جا کر چھوڑ نہیں دیا۔ اندر داخل ہو کر آپؐ کے لیے جگہ کی صفائی کا بندوبست کرتے ہیں۔ پھر فار کے اندر بھی آپؐ کی معیت حاصل ہے آج مزار میں بھی آپؐ کے ساتھ ہیں۔

بات یہیں تک ختم نہیں ہوتی۔ قیامت برپا ہوگی تو پھر بھی ساتھ ہی قبر سے اٹھیں گے، میدانِ حشر میں بھی اکٹھے ہی ہوں گے، حوضِ کوثر پر بھی یکجا ہوں گے اور جنت میں بھی ایک ساتھ داخل ہوں گے۔ یہ ہے مختصر تشریح خصوصاً ابوبکر صدیقؓ کو معیت رسولؐ میسر آنے کی۔

### حضرت عمر فاروقؓ کا کردار

دوسری صفت ہے اَشَدُّ اَعُوْذًا عَلٰی الْکُفَّارِ۔ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد امیر المومنین حضرت

عمرؓ ہیں کہ کافروں پر وہ انتہائی سخت ہیں خود اپنا حقیقی ناموں جو کافر تھا۔ میدانِ جنگ میں دونوں ٹانگوں سے پکڑ کر اس کو چیر دیا۔ پھر ایک جنگ کے دوران کچھ قیدی گرفتار ہوئے تو حضورؐ نے ان کے بارے میں صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپؐ میرے رشتہ دار میرے حوالے کر دیجئے۔ حضرت علیؓ کے رشتہ دار ان کے حوالے کر دیجئے۔ اسی طرح تمام صحابہ کرامؓ کو ان کے رشتہ دار دے دیجئے۔ تاکہ وہ اپنے ہاتھ سے اپنے رشتہ داروں کو قتل کریں۔ آپؐ کا یہ جذبہ اشداء علی الکفار کی عملی تصویر تھا۔

### حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ

رحماء بینہم تیسری صفت ہے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں۔ اس سے مراد حضرت عثمانؓ ہیں۔ اور تروہم رکعاً سجداً سے مراد حضرت علی المرتضیٰؓ ہیں۔ سِنِمَاھُمْ فِی دُجُوْھِھُمْ اَشْرِ الشُّجُوْد سے مراد بقیہ عشرہ مبشرہ صحابہؓ ہیں۔ وقت کی قلت کے پیش نظر ہر ایک کی زندگی کے مختلف واقعات پر روشنی نہیں ڈالی جاسکتی۔ ورنہ حضرت عثمانؓ کی حلیمی و بردباری، علی المرتضیٰؓ کی کثرتِ عبادت اور صلوة کے اتنے واقعات ہیں کہ دفتر کے دفتر بھی ناکافی ہوں۔

بہی وہ حضرات ہیں کہ ان کے نقش قدم پر چل کر ہم دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کر سکتے ہیں۔ ان کا دور عہد سعادت اور خیر و برکت کا دور ہے۔ تفصیلی طور پر حالات و واقعات دیکھنے ہوں تو حضرت امام اہلبند شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی کتاب ازالۃ الخفاء عن خلافت الخلفاء کا مطالعہ کیجئے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے تاریخ اسلام کا وسیع مطالعہ کرنے کے بعد یہ کتاب لکھی ہے۔ آپؒ نے اس میں تمام وہ حقائق جمع فرما دیے ہیں جن پر دشمنان اسلام اور اعدائے صحابہ مثل روافض و شیعہ نے زہرِ داناں کے لیے پرے ڈال دیے تھے۔

## مولانا ظفر علی خاں کا شعر

اس موقع پر ایک خاص امر کی طرف آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے اکثر حضرات مولانا ظفر علی خاں مرحوم کا یہ شعر پڑھتے ہیں تو اس میں کوئی تبدیلی نہیں کرتے جو ایک بہت بڑی غلطی ہے۔ وہ شعر یہ ہے

ہیں کرین ایک ہی مشعل کی بوکھر و عمر عثمانؓ علیؓ

ہم مرتبہ میں یاران نبیؐ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں پہلا مصرعہ تو اپنی جگہ درست ہے لیکن دوسرے مصرعہ کے یہ الفاظ ”ہم مرتبہ میں یاران نبیؐ“ درست نہیں ہیں۔ کیونکہ مرتبہ میں ابوبکرؓ سب سے بڑھ کر ہیں۔ پھر عمر فاروقؓ، پھر عثمان غنیؓ اور پھر علی المرتضیٰؓ ہیں۔ ایک مرتبہ کسی صاحب نے جب یہ شعر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاریؒ کی موجودگی میں پڑھا تو انہوں نے اس کی یوں اصلاح کی۔

”ہم مسلک میں یاران نبیؐ کچھ فرق نہیں ان چاروں میں اب اس شعر کا مفہوم صحیح ادا ہو جاتا ہے۔“

### صحابہ کرامؓ کا احترام

برکت علی ہال میں صدیق اکبرؓ کی شان میں جلسہ تھا شورش کا ثبوتی مرحوم بھی اس جلسہ میں شامل تھے اور شاید یہ ان کی زندگی کا آخری جلسہ تھا۔ جس سے انہوں نے خطاب فرمایا۔ اس جلسہ میں ایک مقرر نے یہ الفاظ کہے کہ ”جب حضرت علیؓ حضورؐ کے گھر سے کھانا کھا کر جوان ہو رہے تھے ابوبکر صدیقؓ اس وقت اسلام کے لیے اور حضورؐ کے لیے سب کچھ لٹ چکے تھے۔ جب شورش مرحوم کی باری آئی تو اس نے کہا ”ہمیں تمام صحابہ کرامؓ کا احترام کرنا چاہیے اور کوئی ایسا لفظ یا فقرہ زبان سے ادا نہیں کرنا چاہیے جس سے کسی بھی صحابی کی توہین یا تنقیص کا پہلو نکلتا ہو۔ اگر ہم بھی تقابل کرتے ہوئے گھٹیا قسم کے الفاظ استعمال کرنا شروع کر دیں یا کسی صحابی پر الزام لگانا شروع کر دیں تو ہم میں اور شیعہ حضرات میں کیا فرق ہوگا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ہمارے لیے جس طرح حضرت ابوبکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ و عثمان غنیؓ قابل

احترام اور لائقِ صد تعظیم ہیں۔ اسی طرح حضرت علیؓ کو بھی ہم اپنا پیشوا اور مقتدا مانتے ہیں۔ لیکن کتنے افسوس کی بات ہے کہ شیعہ حضرات صرف حضرت علیؓ کو تو اپنا مقتدا اور پیشوا مانتے ہیں لیکن خلفاء ثلاثہ اور دیگر صحابہ کرامؓ کو کافر و مرتد اور طرح طرح کے الزامات لگا کر ان کو مطعون کرتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کسی کے بزرگوں کو گالیاں دینا یا کسی کے اکابرین پر تبرک بونا اپنے مسلک کی توہین سمجھتے ہیں لیکن جو لوگ دوسروں کے اکابرین کو مطعون کرنا، ان پر سب و شتم کے تیر چلانا اور انہیں کافر و مرتد سمجھنا اپنے مذہب کا جزو اور عبادت سمجھتے ہوں ایسا غلیظ اور گالی گلوچ کا اپنی لوگوں کو مبارک ہو۔ پھر اس پر مستزاد یہ کہ یہ ساری کارروائی حکمرانِ عجم کی شہ پر اور ان کے سہارے پر کی جاتی ہے۔ جن صحابہ کرامؓ اور خلفاء راشدین کے نام پر اور ان کے نظام کے نفاذ کے حصول کے لیے یہ خطہ ارض پاکستان لاکھوں قربانیوں کے بعد ہمیں حاصل ہوا۔ آج یہ سب نعرے ہمیں بھول چکے ہیں۔ تیس سال کے قریب عرصہ ہونے کو ہے لیکن ابھی تک خلفاء راشدین کے نظام کی ادنیٰ سی جھلک ہمیں دکھائی نہیں دی سوائے آغرمہ کے جب سرحد میں حضرت مفتی محمود صاحبؒ وزیر اعلیٰ تھے۔

افسوس تو اس بات کا ہے کہ خلفاء راشدین کا اول تو نظام ہی نافذ نہیں کیا گیا۔ اس پر نظم کی انتہا یہ کہ اسی خطہ میں خلفاء راشدین کو مرتد و کافر کہا جاتا ہے تو کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ایک بکرپلا دوسرا نیم چڑھا والی مثل ہمارے موجودہ دور میں کس قدر صادق آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفاء راشدین کی عظمت، احترام اور ان کی ناموس کی حفاظت کی زیادہ سے زیادہ توفیق عطا فرمائے۔ اور ان کی پیروی اور تابعداری کا جذبہ ہمارے دلوں میں موجزن کر دے۔ آمین ثم آمین۔



# اکابر دیوبند کا اتباع سنت

از بركة العصر شيخ الحديث حضرت مولانا محمد زکریا

حضرت سہانپوری نور اللہ مرقدہ کے حالات میں تذکرۃ الخلیل میں لکھا ہے کہ منیٰ کے قیام میں کچھ اسباب کے گرد برابر شغف لگے ہوئے تھے کہ قبیل صبح صادق مطوف آیا اور شوق مچایا کہ تیار ہو جاؤ عرفات کے لیے۔ دیکھتا ہوں کہ حضرت دو شغفوں کے بیچ میں گل نما جو تنگ جگہ چھٹتی ہے اس میں کھڑے ہوئے اپنے مولیٰ کے ساتھ راز و نیاز میں مشغول ہیں اور پارے ہائے قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے ہیں مطوف اور جمالین نے بہت کچھ شور مچایا، مگر حضرت کے طویل قیام میں ایک آیت کا بھی فرق نہ آیا۔ تلاوت قرآن جس سکون کو چاہتی ہے اس کا حق ادا فرما کر جب آپ نے سلام پھیرا تو اللہ کے شیر پر غصہ کے آثار نمودار تھے۔ اور تندوبیز لہجہ میں آپ نے مطوف سے کہا، تم بھول گئے۔ تم نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ سنت کے خلاف ہم ہرگز نہ کریں گے اور تم نے اقرار کیا تھا کہ جس طرح سو گئے اسی طرح کروں گا۔ پھر قبل طلوع آفتاب لے چلے پر ہم سے کہنے کا تم کو کیا حق ہے کہ فضول پریشان کر رہے ہو؟ مطوف نے کہا، میں کیا کروں جال نہیں مانتے، جن پر کسی کا نور نہیں اور یہ اونٹ لے کر چل دیئے تو چ فوٹ ہو جائے گا۔ سنت کی خاطر فرض کو خطروں میں ڈالنا تو اچھا نہیں۔ اس جواب پر حضرت کا غصہ تیز ہو گیا۔ بھڑائی ہوئی آواز میں فرمایا، ہم نے تم کو مطوف قرار دیا ہے استاد اور پیر مقرر نہیں دیا ہے کہ علی مشورہ لیں، جاؤ اپنا کام کرو، ہم شوق آفتاب سے ایک منٹ پہلے بھی نہیں اٹھیں گے۔ ہمارا مال خرچ اور صوبت برداشت کر کے آنا چاہیے کہ بطریق سنت ادا کرنے کے شوق میں ہوتا ہے نہ کہ تمہارے اور جلال کے غلام بننے کے لیے۔ جتانوں کو اپنے اونٹوں کا اختیار ہے۔ ان کا جی چاہے وہ ان کو لے جاویں۔ باقی ہم پر ان کو کوئی اختیار نہیں کہ اٹھنے پر مجبور کریں، تم نے ناوقت شور مچا کر ہم کو پریشان کر دیا اور غماز تک نہیں پڑھنے دی۔ اس لیے ہم تم کو بھی آزاد کرتے ہیں۔ اپنے دوسرے حاجیوں کو سنبھالو، ہم کو ہمارے حال پر

وہ بھی برباد اور گمراہ ہوئے۔ بغیر نہیں بچتا، پھر اس کو اندر کے اختلاف سے تشبیہ دینا تو بڑی ہی دلیری کی بات ہے۔ پس چلے عمل میں کتنی ہی کمزوری ہو، مگر خدا نہ کرے کہ کوئی مسلمان بدعت کو سنت سمجھے یا سنت کے سنت ہونے میں شک لاوے کہ یہ بلائے بے درماں مہلک اور سم قاتل ہے۔

(تذکرۃ الخلیل ص ۳۵)

مساک سفر میں بھی آپ کے کرتے کی جیب میں یا تنیک کے غلاف میں رہتی تھی۔ اور کوئی وضو آپ کا مساک کے بغیر نہ ہوتا تھا۔

حضرت شاہ اسمیل شہید رحمۃ اللہ علیہ کا قصہ ارواح شامہ میں لکھا ہے کہ اکبری مسجد میں پہلی صف میں ایک پتھر بیٹھ گیا تھا جس کی وجہ سے وہاں گارہ ہو جاتا تھا اور لوگ اس کی وجہ سے اس جگہ کو چھوڑ کر دوسری صف میں کھڑے ہو جاتے تھے۔ حضرت مولانا شہید تشریف لائے اور وہ زمانہ اُن کے بہت عرصہ پہلے کا تھا، مگر وہ آکر صف اول میں اُسی جگہ کھڑے ہوئے جہاں کچھ تھی۔ یہ اتباع سنت کے شوق کے ہوا کیا ہو سکتا ہے۔

حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ جی سے بیعت لیتے تھے اُن کو اتباع سنت کی بہت تاکید کرتے تھے۔ مولانا عبدالحی صاحب سے ایک دفعہ کہا کہ اگر کوئی اسر خلاف سنت کرے تو دیکھو تو مجھے اطلاع کر

دینا۔ مولانا عبدالحی صاحب نے کہا جب کوئی مخالفت سنت فعل آپ سے عبدالحی دیکھے گا تو عبدالحی آپ کے ساتھ ہوگا ہی کہاں، یعنی ہماری چھوڑ دے گا یہ مولانا عبدالحی صاحب کے اتباع سنت کی نگرانی کا یہ عالم تھا کہ اپنے شیخ کو بھی خلاف سنت پر ٹوک دیتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت سید صاحب کی نئی شادی ہوئی تھی، نماز میں اپنے معمول سے کچھ دیر سے تشریف لائے پہلے دن تو مولانا عبدالحی صاحب نے سکوت کیا، دوسرے دن بھی دیر ہوئی کہ میکیر اولیٰ فوت ہو گئی۔ مولانا عبدالحی صاحب نے سلام پیر کر فرمایا کہ عبادت الہی ہو گی یا شادی کی عشاء؟ سید صاحب نے اپنی غلطی کا اعتراف فرمایا۔

میرے دادا مولانا اسمیل صاحب متیم نظام الدین کے متعلق امیر شاہ خاں لکھتے ہیں کہ جب بھی اُن سے ملاقات ہوتی تھی، تو وہ یہ ضرور فرمایا کرتے تھے کہ حدیث میں آیا ہے جب کسی کو کسی سے محبت ہو تو اسے چلیے کہ اس کو اطلاع کر دے۔ اس لیے میں یہ تیل ارشاد نبوی تم سے کہتا ہوں کہ مجھے تم سے محبت ہے۔ یہ ان کا ہر ملاقات میں معمول رہا اور کبھی سختی نہیں ہوا۔ اس پر حق تعالیٰ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ جوش ہے اتباع سنت کو جو مقفی ہوتا تھا سکوار کو، ورنہ ایک بار اطلاع کر دینا بھی کافی تھا۔ میرے دادا صاحب

کا ایک اور واقعہ ہے کہ اُنہوں نے ایک مرتبہ حضرت گنگوہی سے تخیلہ میں یوں کہا، کہ میں بیت ہوں مولانا محمد یعقوب صاحب دہلوی سے اور مولانا منظر حسین صاحب سے تعلیم حاصل کی، ان حضرات کی تعلیم نشی تھی۔ ان کی تعلیم پر عمل کرنے سے میرے لطائف بستہ آئندہ دن میں ایلے پھرنے لگے جیسے پھر کی پھرتی ہے۔ لیکن مجھے ابتداء سے اتباع سنت کا شوق تھا اور جو اوراد احادیث میں وارد ہوئے، جیسے پاخانہ میں جاتے وقت یہ دعا پڑھے اور نکلتے وقت یہ اور بازار جاتے وقت یہ۔ میں ان کا بہت اہتمام کرتا ہوں۔ اس لیے مجھے اعمال شام سے بہت کم دلچسپی تھی۔ کبھی دس دن میں کبھی پندرہ دن میں مراقبہ وغیرہ کر لیا کرتا تھا۔ یہ میری حالت ہے اور اب میری ضعیفی کا وقت ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ جناب مجھے کچھ تعلیم فرادیں۔ حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ جو اعمال آپ کرتے ہیں اُن میں آپ کو مرتبہ احسان حاصل ہے مزید تعلیم کی ضرورت نہیں، کیونکہ مرتبہ احسان حاصل ہونے کے بعد اشتغال صوفیہ میں مشغول ہونا ایسا ہی ہے جیسا کوئی گلستاں بوستاں پڑھ لینے کے بعد کریم شروع کر دے۔ اس لیے آپ کے لیے اعمال شام میں اشتغال تفضیل اوقات اور مصیبت ہے۔ از ذکر ما عند عہد، نہ لکھ



سے اس قصہ میں بجائے گلستاں  
بوستاں کے یہ سنا تھا کہ کوئی شخص  
قرآن پڑھنے کے بعد کہے کہ میں نے  
قاعدہ بغدادی نہیں پڑھا ہے، پڑھا  
ویجئے۔

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور  
قصہ غدر کے زمانہ کا ہے کہ جب ان  
حضرات کے نام وارنٹ کئے ہوئے  
تھے اور سب کے اصرار سے حضرت  
نانوتویؒ کو ایک گھر میں چھپا دیا تھا  
تو تیسرے دن زبردستی گھر سے باہر  
نکل آئے اور ارشاد فرمایا کہ حضور  
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا غار ثور میں  
تین دن ہی پوشیدہ رہنا ثابت ہے  
حضرت نانوتوی کا مقولہ سوانح قاسمی

ص ۵۳ میں نقل کیا گیا ہے، فرمایا  
کرتے تھے کہ درزی کو نمونہ کا کوئی  
پکڑا مثلاً قمیص، اچانک دسے دیا جاتا  
ہے کہ اسی نمونہ پر کپڑے بیٹے چلے  
جاؤ۔ خراش، تراش، سلاخی وغیرہ کے  
اقتدار سے جس حد تک اس نمونہ کے  
مطابق کپڑوں کے بیٹنے میں درزی کا پتا  
ہو گا اسی حد تک سلاخانے والے  
سے مزور انعام کا مستحق ہو گا۔  
اس تمثیل کو پیش کر کے ارشاد فرماتے  
کہ اسوۂ حسنہ محمدیہ قدرت کا بخش  
ہوا نمونہ ہے۔ ساری انسانیت سے  
مطالبہ کیا گیا ہے کہ اپنے آپ کو  
رنگ میں، ڈھنگ میں، چال میں،  
چلن میں، فکر میں، نظر میں اسی  
نمونہ کے مطابق ڈھالتے چلے جائیں۔  
جو جس حد تک اس نمونہ کے مطابق

ہو گا اس کو اسی حد تک اپنے محبوب  
کی محبوبیت سے حصہ عطا کیا جائے  
گا۔ اھ

سوانح قاسمی ص ۸۸ میں لکھا ہے  
کہ حضرت جب سفر سے نانوتی تشریف  
لاتے تو دستور تھا کہ گھر سے پہلے  
کچھ دیر کے لیے مسجد میں قیام فرماتے  
نفل ادا کرتے اور جب قصبہ والوں  
کو آپ کے آنے کی خبر پہنچتی تو  
سب مسجد کی طرف دوڑ جاتے۔  
مستترین آویں اور اتباع سنت میں  
اکابرین دیوبند کا مقابلہ کر کے دکھایا  
چلتے ہیں، بیٹھتے ہیں، اٹھتے ہیں،  
خورد و نوش میں بہت مشکل سے ان  
کی نظیر لے گی۔

اس کے بعد سنو، اسلام کی  
بنار چار ارکان پر ہے جن کو عبادت  
کہا جاتا ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ،  
چ۔ سیکڑوں احادیث میں ان کو  
اسلام کی بنیاد بتایا گیا ہے۔ محدثین  
فتحا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم  
کے زمانہ سے لے کر عبادات ان ہی  
کو کہتے اور سنتے چلے آئے ہیں، بلکہ  
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد  
میں بھی ان ہی چیزوں کو عبادت کہا  
گیا ہے۔ مگر اب بعض مفکرین کہتے  
ہیں کہ یہ تو اصل عبادت کے  
لیے ٹریننگ کورس ہے، بلکہ ان  
عبادتوں کا مقصد بڑی عبادتوں کے  
لیے تیار کرنا ہے۔ گویا عبادت کا  
مطلب امت میں سے کوئی نہیں  
سمجھا، بلکہ خود سید الکونین صلی اللہ

علیہ وسلم بھی نفوذ باللہ نہیں سمجھے  
حضرت جبریل علیہ السلام تعلیم  
دیوہ کے لیے تشریف لاتے ہیں اور  
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے  
اسلام کی حقیقت دریافت کرتے  
ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلمہ  
کی شہادت اور یہی ارکان اربعہ  
صرف بتاتے ہیں۔ حضرت جبریل  
اس کی تصدیق فرماتے ہیں، مگر نہ  
تو جبریلؑ کو پتہ چلا کہ یہ سب  
چیزیں غیر مقصود ہیں اور نہ حضور  
اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ  
چلا۔ سیکڑوں جگہ حدیثوں میں اسلام  
کی بنیاد اسی چار چیزوں پر ذکر کی  
گئی ہے، مگر کسی حدیث میں مجھے  
تو ملا نہیں کہ اصل عبادت کچھ اور  
ہے۔ اور یہ عبادت اس کے لیے  
ٹریننگ کورس ہے۔

ایک بدو حضور صلی اللہ علیہ  
وسلم سے سوال کرتا ہے کہ مجھے  
کوئی ایسا عمل بتا دیجئے جس کے  
کرنے سے میں حقیقت میں داخل  
ہو جاؤں۔ حضور اقدس صلی اللہ  
علیہ وسلم یہ عبادات ہی اس کو بتاتے  
ہیں۔ وہ عرض کرتا ہے یا رسول اللہ!  
خدا کی قسم نہ اس پر زیادتی کروں  
گامہ کی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ  
وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس کو کوئی  
جنتی دیکھتا ہو وہ اس کو دیکھ لے۔  
قرآن و حدیث سے جو کچھ ہم  
نے سمجھا اور جو کچھ سلف صالحین سے  
ہم سمجھا، بلکہ خود سید الکونین صلی اللہ

اسلام کے ارکان اور مدارِ نجات بتایا  
چلا آ رہا ہے اور قیامت تک انشا اللہ  
ابل حق میں اسی طرح بحفاظت تمام  
چیزیں ان کی تحصیل اور تکمیل کے لیے  
اختیار کی جاتی ہیں۔ جو ان کا ذریعہ ہونے  
کی وجہ سے عبادات کہلاتی جاتی ہیں۔ ان  
کے علاوہ بہت سے اعمال کو نیکی قرار  
دیا گیا ہے اور ان پر اجر کا وعدہ بھی  
فرمایا ہے اور اس اجر کی وجہ سے ان  
کو مجازاً عبادت بھی فرمایا گیا ہے، لیکن  
عصر حاضر کے بعض مفکرین نے اصل  
عبادت کو ان کے مرتبہ سے گرا کر  
قرآن و حدیث کے منشاء کے خلاف  
دوسرے بعض اعمال کو حقیقی عبادات  
کا درجہ دے دیا ہے جو ان کی بڑی  
سخت گمراہی ہے۔ اور اس کے نتائج  
ان مفکرین کے تبیین و متفہمین کے  
تحریری و تقریری بیانات سے عجیب و  
غریب دینی تحریکات کے ساتھ مشائخ  
پر رہے ہیں جن سے ان لوگوں کے  
دین میں سخت خلل ہو رہا ہے۔ اور  
علوم دینیہ سے ناواقف بیچارے ان  
کی تحریروں سے متاثر ہو رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہر دینی تحریف سے پوری امت  
کو محفوظ و مامون رکھے اور دین کو اسی  
منہج پر سمجھنے اور اپنانے کی توفیق عطا  
فرمائے جس منہج کو لے کر حضور اقدس  
صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے مبعوث  
ہوئے اور آپ کے اولین مخاطبین جاننا  
اور فرمانبروار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین  
نے آپ سے سمجھا۔ پھر جو کچھ انہوں  
انفاذ و معانی کو آگے بڑھایا اور اسی  
طریقہ خلافت سے ملت سہمک پہنچتا  
اسلام کے ارکان اور مدارِ نجات بتایا  
چلا آ رہا ہے اور قیامت تک انشا اللہ  
ابل حق میں اسی طرح بحفاظت تمام  
چیزیں ان کی تحصیل اور تکمیل کے لیے  
اختیار کی جاتی ہیں۔ جو ان کا ذریعہ ہونے  
کی وجہ سے عبادات کہلاتی جاتی ہیں۔ ان  
کے علاوہ بہت سے اعمال کو نیکی قرار  
دیا گیا ہے اور ان پر اجر کا وعدہ بھی  
فرمایا ہے اور اس اجر کی وجہ سے ان  
کو مجازاً عبادت بھی فرمایا گیا ہے، لیکن  
عصر حاضر کے بعض مفکرین نے اصل  
عبادت کو ان کے مرتبہ سے گرا کر  
قرآن و حدیث کے منشاء کے خلاف  
دوسرے بعض اعمال کو حقیقی عبادات  
کا درجہ دے دیا ہے جو ان کی بڑی  
سخت گمراہی ہے۔ اور اس کے نتائج  
ان مفکرین کے تبیین و متفہمین کے  
تحریری و تقریری بیانات سے عجیب و  
غریب دینی تحریکات کے ساتھ مشائخ  
پر رہے ہیں جن سے ان لوگوں کے  
دین میں سخت خلل ہو رہا ہے۔ اور  
علوم دینیہ سے ناواقف بیچارے ان  
کی تحریروں سے متاثر ہو رہے ہیں۔

شمالی ترمذی میں امام ابن سیرین  
سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث شریف  
(ایسے ہی اور علم دینیہ) دین میں داخل  
ہیں۔ لہذا علم حاصل کرنے سے قبل یہ  
دیکھو کہ اس دین کو کس شخص سے حاصل  
کر رہے ہو۔ شمالی میں لکھا ہے کہ  
ابن سیرین اپنے وقت کے امام اور  
مشہور تابعی ہیں۔ بہت سے صحابہ کرام  
سے علوم حاصل کیے۔ فن تفسیر کے بھی  
امام ہیں۔ خواب کی تفسیر میں ان کے  
ارشادات مجتہد ہیں۔ ان کے ارشاد  
کا مقصد یہ ہے کہ جن سے دین حاصل  
کرنا اس کی دیانت، تقویٰ، مذہب،  
مسک، اچھی طرح تحقیق کر لو۔ ایسا نہ کرو  
کہ ہر شخص کے کہنے پر عمل کرو، خواہ  
وہ کیا ہی بے دین ہو۔ اس لیے کہ اس  
کی بد دینی اثر کے بغیر نہیں رہے گی۔  
... عادت القلوب میں یہ سما گیا ہے کہ  
آدمی کو یہ دیکھنا چاہیے کہ کیا کہا، یہ نہیں  
دیکھنا چاہیے کہ کس نے کہا۔ حالانکہ یہ  
مضمون فی نفسہ اگرچہ صحیح ہے، لیکن  
اس شخص کے لیے ہے جو سمجھ سکتا ہو  
کہ کیا کہا، حق کہا یا باطل اور غلط کہا،  
لیکن جو لوگ اپنی نادانیت دینی کی  
وجہ سے کمرے، کھوٹے میں تیز نہ  
کر سکتے ہوں ان کو ہر شخص کی بات  
مناسبت نہیں کہ اس کا نتیجہ  
مال کار مضرت و نقصان ہوتا ہے۔ یہی  
وجہ ہے کہ اس زمانہ میں کوئی وعید  
اگر ولایت، امامت، نبوت، رسالت  
حق کہ خدائی ملک کا بھی نمود باللہ دعویٰ  
کرے تو ایک گروہ فوراً اس کا تالہ بن











## دو آنکھیں

عرض کی کہ — یا رسول اللہ! بہترین اجر قیامت ہی کا اجر ہے — آفریں ہے اس ہمت پر! وادی حنین کی فضا میں قیامت تک فداکاری اور جانبازی کے اس واقعے کو یاد رکھیں گی — یہ مجاہد حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن کا دوست تھا اپنے دور کا بڑا دانشور سمجھا جاتا تھا۔ قریش کا سردار تھا اور سردار بھی اس شان کا کہ فتح مکہ کے موقع پر اس کے گھر کو اللہ کے رسول نے منزل ایمان قرار دیا۔ ان سب نبیوں سے بڑا مجاہد کا رتبہ یہ تھا کہ ام المؤمنین حضرت ام حبیبہؓ اس کی بیٹی تھیں۔ جنگ حنین کے بعد جنگ یرموک میں مجاہد کی دوسری آنکھ بھی جاتی رہی۔ اس جنگ میں مجاہد شکر اسلام کا نقیب تھا۔ یہ مجاہد اور نقیب حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

استیعاب میں ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اسلامی مملکت کے صوبے نجران کا گورنر بھی مقرر فرمایا تھا۔ وادی حنین کے اس واقعے کے کوئی ساڑھے پانچ سو برس بعد ایک لڑائی ہانیاس میں ہوئی۔ یہ بھی حق و باطل کا معرکہ تھا۔ نور الدین زنگی اپنے لشکر کی قیادت کر رہا تھا۔ لڑائی میں اس کا بھائی نصرت الدین بھی شریک تھا۔

نور الدین زنگی اور اس کا دست گرفتہ صلاح الدین ایوبی صلیبی جنگوں کے ہیرو ہیں۔ اگر یہ دونوں فاتح ایک کے بعد ایک مسلمانوں کی قیادت نہ کرتے تو عیسائی مشرق وسطیٰ پر کبھی کے قابض ہو چکے ہوتے۔ نور الدین زنگی تاریخ اسلام کے اُن چند گئے چٹنے فاتحوں میں سے ایک ہے جس نے میدان جنگ اور ایوان عدل میں اپنا ثانی نہیں چھوڑا۔ ۵۶ برس کی عمر میں ۱۱۵۷ء کو اس کا انتقال ہوا۔ ایسے وقت جب وہ عیسائیوں پر آخری ضرب لگانے اور بیت المقدس کو آزاد کرانے کی تیاری کر رہا تھا۔ ہانیاس کے محاصرے میں نصرت الدین نے وہ داد شجاعت دی کہ یادگار رہ گئی۔ اُس کے بے دالنگ حملوں میں ایک وقت ایسا بھی آیا کہ دشمنوں کے دار سے اس کی ایک آنکھ جاتی رہی۔ جراح کے خیمے میں اسے مرہم پٹی کے لئے بھیجا گیا تو نور الدین بھی بھائی کو دیکھنے گیا اور بھائی سے بولا — اگر تم کو وہ اجر اور ثواب نظر آ جائے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے مقرر کر دیا ہے۔ تو تم دل سے یہ تمنا کرو گے کہ تمہاری دوسری آنکھ بھی راہ خدا میں کام آجائے!

جنگ کی بھٹی سلاک رہی تھی کہ ایک مجاہد کے ماتھے پر نیز آگیا۔ مجاہد نے تیر نکالا تو آنکھ کا ڈھیلا نیچے گر پڑا۔ کوئی اور ہوتا تو نہ معلوم درد اور اذیت سے کس درجہ پریشان ہوتا لیکن اللہ کے بعض بندے عجیب دل گردے کے آدمی ہوتے۔ انہیں اپنی کوئی فکر نہیں ہوتی۔ اگر کوئی خیال رہتا ہے تو بس اللہ کا۔ اس مجاہد نے میدان جنگ میں زمین پر پڑا ہوا اپنی آنکھ کا ڈھیلا اٹھایا، پھینکیا، پر رکھا اور مجاہد اعظم سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ملاحظہ کے لئے پیش کر دیا۔ اللہ کے رسول نے مجاہد کی پھینکی پر اس کی آنکھ دیکھی تو مجاہد کے چہرے پر نظر ڈالی پھر ارشاد فرمایا — اگر تم چاہو تو یہ آنکھ مجھے دے دو۔ میں اپنا لب لگا کر اسے تمہاری آنکھ کے گڑھے میں بٹھا دیتا ہوں اور بارگاہ خداوندی میں دُعا کرتا ہوں کہ یہ آنکھ جہاد سے۔ مجاہد کو نشین کامل تھا کہ نبی برحق کا ارشاد سچا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ آنکھ جم جائے گی۔ اتنے میں ارشاد ہوا — ایک صورت اور بھی ہے! مجاہد نے بعد ادب پوچھا۔ وہ کیا؟ ارشاد ہوا کہ — اگر تم چاہو تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ تم کو قیامت کے دن عطا فرمائے! مجاہد نے بے اختیار اپنی آنکھ کا ڈھیلا زمین پر پھینک دیا۔

حضرت الامام لاهوری قدس سرہ نے خلفاء میں حضرت مولانا مفتی بشیر احمد پسروردی علیہ الرحمہ کو ایک امتیازی مقام حاصل تھا۔ آپ کا ایک مضمون اسلام میں آزادی رائے کا تصور ہمیں پُرانے کاغذات میں اچانک مل گیا۔ شاید کہ آج کے دور میں یہ قدرت کا عطیہ ہے اور اہل پاکستان کے لیے بالخصوص نادر تحفہ!

## اسلام میں آزادی رائے کا تصور

از جامع شریعت و طریقت حضرت مولانا مفتی بشیر احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ خطیب مسجد جامع پشاور

سے استفادہ نہ کر سکے۔

اسلام نے انسان کے ضمیر کو جو اعلیٰ و ارفع مقام بخشنا ہے اور اظہار خیال یا آزادی رائے کا جو عملی نمونہ پیش کیا ہے وہ قابلِ دید بھی ہے اور لازمِ عمل بھی۔ ذیل میں چند واقعات سے اس کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

### محبوس قوم کی عرضداشت

فتح مکہ کے بعد جب مسلم افواج نے "قوم ہوازن" پر غلبہ حاصل کیا تو اس میں پانچ ہزار مرد و عورت غلام اور لونڈیوں کی شکل میں گرفتار ہوئے اور تقریباً چالیس ہزار حیوانات مالِ غنیمت میں ہاتھ آئے۔ اس تمام مالی غنیمت کو فوج میں تقسیم کر دیا گیا۔

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باعفت فتح کے بعد واپس روانہ ہوئے تو مقام "جعرانہ" میں قوم طوزن کا ایک وفد دربار رسالت میں حاضر ہوا۔ شکست خوردہ قوم کے ترجمان نے عرض کیا۔

"یا رسول اللہ! ہم آپ کی رضاعی اماں مائی حلیمہ سعدیہ کی قوم سے ہیں۔ اس رضاعی رشتہ کی بنا پر اگر غلام شدہ مرد و زن، آپ کے چچا ماموں، غلامیں اور بچیئیں ہوں گی۔ آپ اس رضاعی رشتہ کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم پر احسان

افراد و تفریق کے اس دور میں آزادی رائے کا بھی کوئی معیار نہیں رہا۔ کہیں سوشلزم کی تئوار سے ہر شخص کو حیوانِ غص بنا دیا گیا ہے اور کہیں جمہوریت کے نام پر "مادر پدر آزاد" معاشرے کو تشکیل دیا جا رہا ہے اور ہاں کہیں ان کے بین بین راستہ اختیار کیا گیا ہے وہ بھی محمد اس سے مختلف نہیں۔ حتیٰ کہ اس "زہرِ بلائی" کے مسموم اثرات سے پاکستان ایسی عظیم اسلامی مملکت بھی محفوظ نہیں رہ سکی اور اس میں بھی عصمتِ انبیاء پر اعتراض، صحابہ پر تنقید، فقہ اسلامی پر جرح اور اسلامی اقتدار کا شہر آرائی کو ترقی، جدید تحقیق، وقت کا تقاضا اور نئی روشنی جیسے عنوانات کے ذریعہ آزادی رائے کے اظہار کا بلند مقام سمجھا جا رہا ہے۔ اور انہی اسلامی بنیادوں کے خلاف دفاع کرنا یا باطل کے خلاف کچھ کہنا اور خود ساختہ قانون کی خامیوں کی نشان دہی کرنا نہ صرف لا قانونیت شمار کیا جاتا ہے۔ بلکہ ایک سنگین جرم قرار دے کر ایسے حق گو رجال کی آوازوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دبا دیا جاتا ہے۔

"اظہار خیال" سے متعلق یہ دو رنگی اور متضاد طرز عمل دراصل ہمارا اپنا ہی پیدا کردہ ہے۔ ہم نے اسلامی تعلیمات سے روگردانی کر کے دیگر راستوں سے فلاح کا راستہ ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر اسلامی تعلیمات سے نا آشنا ہونے کی وجہ سے اپنے گمراہ گمراہی سے



عظیم فرمائیں اور ان کو آزاد فرما دیں۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں اپنے مال و اسباب اور اولاد و اقارب میں سے کوئی چیز زیادہ پیاری ہے۔ ترجیحاً نے کہا ہمیں مال و اسباب یا سامان جنگ کی ضرورت نہیں۔ ہمیں اپنے خویش و اقربا، عورتوں اور جوانوں کی ضرورت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جوان اور عورتیں فوج میں تقسیم ہو چکی ہیں ان میں جو عبدالمطلب کی اولاد کا حصہ ہے وہ تو واپس کر دیا جائے گا۔ لیکن جو دوسرے افراد میں تقسیم کئے جا چکے ہیں میں ان کو از خود واپس نہیں کر سکتا۔ ہاں تمہارے اس رشتہ رفاقت کی بنا پر ایک طریقہ بتلاتا ہوں۔ اس پر عمل کرنے سے شاید تمہیں اپنے عزیز و اقربا مل جائیں۔ تم ظہر کی نماز کے وقت نماز کے بعد مسلمان افواج سے اس طرح خطاب کرو:

”اے مسلمانوں ہم رسول اللہ کے رضاعی تعلق کو وسیلہ بنا کر آپ سے رحم و کرم کی درخواست کرتے ہیں۔ اور یا رسول اللہ ہم مسلمانوں کے اخلاقی کرمیاتہ کو واسطہ بنا کر آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں ہماری بیویاں اور اولاد و اقربا واپس کر دی جائیں۔“

حسب ہدایت قوم حوازن کے قائد نے اسی طرح پر نماز ظہر کے بعد حاضرین سے اپیل کی۔

ان کی درخواست پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی مجلس میں اپنا اور آل عبدالمطلب کا حصہ آزاد کر دیا۔ آپ کی متابعت میں مجاہدین و انصار صحابہ نے بھی اپنے حصہ کے غلام اور لونڈیاں آزاد کر دیے۔

## صحابہ کا آزادانہ اظہار رائے

حاضرین سے حضرت عیینہ بن حصین نے کہا کہ میں اور بنو فزارہ اپنے حصہ کے غلام اور لونڈیاں واپس نہیں کریں گے۔ عباس بن مرداس اسلی نے کہا میں بھی اپنے حصہ کے غلام آزاد نہیں کروں گا۔ آپ کے بعد اقرع بن حابس کھڑے ہوئے اور اعلان کیا کہ میں اور بنو قثم بھی اپنے حصہ کے غلام نہیں لوٹائیں گے۔ یہ سن کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے خفگی کا اظہار فرمایا اور نہ ہی کسی طرح کی

وعید فرمائی، بلکہ از راہ شفقت فرمایا کہ اگر تم ان کو آزاد کر دو تو آئندہ فتوحات میں تمہیں ایک ایک کے عوض چھ چھ غلام دیے جائیں گے۔ یہ خوش خبری سن کر ان تمام صحابہ نے بھی اپنے غلام اور لونڈیاں آزاد کر دیے۔

## آزادی رائے کا دوسرا واقعہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ جنگ احزاب کے موقع پر قریش کا سفیر حارث غطفانی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ہمیں مدینہ عالیہ کی کھجوریں عنایت فرما دیجئے۔ جو قیمت آپ فرمائیں گے ادا کر دی جائے گی۔ آپ نے فرمایا میں اپنے رفقاء سے مشورہ کروں گا۔ تم کل آنا۔ فیصلہ سے مطلع کر دیا جائے گا۔ اس کی روانگی کے بعد آپ نے سعد بن معاذ، سعد بن عبادہ، سعد بن مسعود، سعد بن خبیثمہ کو بلایا اور ان سے حارث غطفانی کی آمد اور اس کا مقصد ذکر فرمایا۔ اس میں تمہاری کیا رائے ہے۔ چاروں صحابہ نے عرض کیا :-

۱۔ اگر ان کی فروخت کا حکم من جانب اللہ ہے تو ہم بدل و جان راضی ہیں۔

۲۔ اگر یہ جناب کی منشا ہے تو ہم سر تسلیم خم ہیں۔

۳۔ اور اگر یہ مشورہ صرف اس لیے ہے کہ ہم اپنی عقل و بصیرت کے مطابق کچھ عرض کریں تو خدا کی قسم ہم ایک کھجور بھی حارث غطفانی کو دینے کے لیے تیار نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہاری رائے یہی ہے تو ایسے ہی ہو گا۔ چنانچہ آپ نے حارث غطفانی سے یہ فیصلہ ذکر کر دیا۔

## آزادی رائے کا تیسرا واقعہ

جنت کے بعد مدینہ عالیہ پہنچنے پر مجاہدین کو کڑوس پانی کے استعمال سے سخت تکلیف سے دوچار ہونا پڑا۔ قبیلہ بنو غفار کے پاس میٹھے پانی کا ایک چشمہ تھا، لیکن اس کا مالک ایک مشکیزہ ایک سیر غلہ کے عوض دیتا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چشمہ کے مالک کو بلا کر فرمایا

کہ اگر تو یہ چشمہ مسلمانوں کے لیے وقف کر دے تو اس کے بدلے تجھے جنت میں بہترین چشمہ عطا کیا جائے گا۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میں اہل و عیال والا ہوں، اور میرے گزر اوقات کے لیے صرف یہی ایک چشمہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر خاموش رہے اور کسی طرح بھی اصرار نہ کیا۔

اس واقعہ کی خبر خضر حنین حضرت امیر عثمان ذوالنورین کو ہوئی تو انہوں نے ۲۵ ہزار روپے کے زر کثیر سے وہ کنواں مالک سے خرید کر لیا اور حضور اکرم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا حضرت چشمہ کو وقف کرنے کا جو عرض آپ نے بنو غفار کے ایک شخص کے لیے فرمایا تھا۔ کیا مجھے بھی وہی عرض مل سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں اگر تم ایسے کر دو تو تمہیں بھی ویسا ہی اجر دیا جائے گا۔

حضرت عثمان نے عرض کیا کہ حضرت لیجئے۔ پھر وہ کنواں آج سے میری طرف سے مسلمانوں کیلئے وقف ہے۔ (اسد الغابہ ج ۲ ص ۲۹۱)

## غلام کی رائے کا احترام

صحابہ کرام نے جب غلاموں کو آزاد کرنے کی فضیلت اور منقبت سنی تو اپنے بہت سے غلاموں کو آزاد کر دیا۔ ان آزاد ہونے والوں میں حضرت بریدہ بھی تھے جو ایک غلام حضرت مغیث کے نکاح میں تھے۔ بریدہ کے آزاد ہونے کے بعد مغیث کو اپنے نکاح کے فسخ ہونے کی فکر دامن گیر ہوئی کیونکہ مغیث بریدہ سے والمانہ محبت رکھتا تھا۔ اور اب بریدہ قانون کے مطابق اپنے نکاح کو فسخ کرنے کا حق رکھتی تھی۔ چنانچہ مغیث نے انتہائی گریہ و زاری سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا کہ آپ بریدہ سے فرمائیں کہ وہ مجھ سے علیحدہ نہ ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مغیث کی حالت زار کو دیکھتے ہوئے بریدہ کو بلایا اور فرمایا کہ بریدہ مغیث کو تیری جدائی کا بے حد صدمہ ہے اور وہ اسی فکر میں دن رات روتا رہتا ہے۔ اس لیے کیا تو اس کے نکاح کو باقی نہیں رکھے گی۔ بریدہ نے عرض کیا حضرت یہ آپ کا حکم ہے یا مشورہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حکم تو نہیں

مشورہ ہے۔ بریدہ نے عرض کیا اگر یہ جناب کا حکم ہوتا تو مجھے قطعاً انکار کی گنجائش نہ تھی۔ لیکن اگر یہ مشورہ ہے تو پھر میں مغیث کے نکاح میں رہنے کے لیے تیار نہیں ہوں۔ (بخاری، مسلم، ربحاری)

## خلاف ضابطہ رائے

ایک شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عرض کیا کہ حضرت مجھے زنا کرنے کی اجازت دی جائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا کہ کیا تیری بہن، خالہ، پھر بھئی ہیں۔ سائل نے کہا جی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا تو پسند کرتا ہے کہ کوئی شخص ان سے زنا کرے یا غلط نظر اٹھا کر دیکھے۔ وہ شخص کہنے لگا قطعاً نہیں۔ میں ہرگز یہ خواہش نہیں کرتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زنا کو حرام کر دیا ہے اس لیے تو اس کے قریب بھی نہ جاؤ۔ وہ شخص تائب ہوا اور آئندہ کبھی ایسا خیال بھی دل میں نہ لایا (اسد الغابہ، ایک شخص مسلمان ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پانچ چیزوں کا حکم فرمایا :-

۱۔ نماز، ۲۔ روزہ، ۳۔ حج، ۴۔ زکوٰۃ، ۵۔ جہاد۔ نو مسلم صحابی نے عرض کیا۔ حضرت میں ان سے چار پر عمل کر سکتا ہوں اور دو پر عمل نہیں کر سکتا یعنی زکوٰۃ اور جہاد۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر زکوٰۃ نہیں دو گے، جہاد نہیں کرو گے تو جنت کیسے حاصل ہوگی۔ صحابی نے عرض کیا اگر یہ بات ہے تو پھر میں دونوں پر ہی عمل کروں گا۔

ان واقعات سے اظہار خیال اور آزادی رائے کا جو ضابطہ ہمیں معلوم ہوتا ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ اسلامی حدود کے اندر رہتے ہوئے ہر شخص کی رائے کا احترام کیا گیا ہے اور قانون کے خلاف اظہار خیال کی بہتر انداز میں اصلاح کی گئی ہے۔ اسی مفہوم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دوسرے مقام پر اس طرح فرمایا ہے :-

لَا طَاعَةَ لِمَخْلُوقٍ فِي مَحْضِنَةِ الْخَلِائِقِ  
یعنی خالق کی نافرمانی میں کسی شخص کی بات قابل قبول و لائق اعتنا نہیں +



حضرت معاذ بن جبلؓ ایک بڑے پایہ کے صحابی ہیں۔ قیصر روم کے دربار میں وہ سفیر بن کر گئے تھے۔ رومی سردار نے قیصر کے جاہ و جلال، شان و شوکت، ثروت و سطوت سے ان کو مرعوب کرنا چاہا۔ لیکن صحابہ کرامؓ پر اسلامی رنگ چڑھا ہوا تھا۔ حضرت معاذؓ نے اس کے مقابلہ میں امیر اسلام کے اختیارات و امتیازات کی جن الفاظ میں تصویر کھینچی ہے۔ وہ صد بار قابل دید ہے۔

وَأَمِيرُنَا رَجُلٌ مِمَّنْ إِنْ عَمِلَ فَبَيْنَا يَكْتُمُ  
دِينَنَا وَنَسَى نَبِيَّنَا صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
أَفْزَرْنَا لَا عَلَيْنَا وَ إِنْ عَمِلَ بِغَيْرِ ذَالِكِ  
عَذَلْنَا عَنْهُ وَإِنْ هُوَ سَرِقَ قَطَعْنَا يَدَهُ  
وَ إِنْ رَفَى جَلَدُنَا أَوْ رَجَمْنَا وَ إِنْ شَتَمَ  
رَجُلًا مِمَّنْ شَتَمَهُ بِمَا شَتَمَهُ وَإِنْ جَوَحَهُ  
أَفَادَ لَا مِنْ نَفْسِهِ وَلَا يَخْتَبِ مِمَّنْ وَلَا  
يَتَكَبَّرُ عَلَيْنَا وَلَا يَسْتَأْذِنُ عَلَيْنَا فِي  
فَيْئِنَا الَّذِي أَنْشَأَهُ اللَّهُ عَلَيْنَا وَهُوَ  
كَرَجُلٍ مِمَّنْ (فتوحات ازوی)

ہمارا سردار ہم میں کا ایک فرد ہے اگر ہمارے مذہب کی کتاب اور ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کی پیروی کرے تو ہم اس کو اپنا سردار باقی رکھیں اور اگر ان کے سوا وہ کسی اور چیز پر عمل کرے تو ہم اس کو معزول کر دیں۔ اگر وہ چوری کرے تو ہاتھ کاٹیں اور اگر زنا کرے تو کوڑے ماریں یا سنگسار کریں اور اگر وہ کسی کو گالی دے تو وہ اس کو اسی طرح گالی دے اور اگر وہ کسی کو زخمی کرے تو اس کا بدلہ دینا پڑے۔ ہم سے چھپ کر پردہ میں نہیں بیٹھتا، وہ ہم سے غور نہیں کرتا، مال قیمت میں اپنے کو ہم پر ترجیح نہیں دے سکتا۔ وہ ہم جیسا ایک معمولی آدمی کا درجہ رکھتا ہے۔

ان الفاظ کو غور سے پڑھو اور بار بار پڑھو کیا اس سے واضح تر الفاظ میں جمہوریت کی حقیقت ظاہر کی جاسکتی ہے؟

# تعارف و تبصرہ

تبصرہ کے لئے کتاب کے دو جلدیں دفتر میں ضرور بھیجئے۔ (مدیر)

## محاسن موضح القرآن

مولانا اندلسی حسین قاسمی دہلوی کی تصنیف ہے جو دہلی کے مکتبہ مفتخر قرآن میں، حضرت لاہوری کے فیض یافتہ، دیوبند کے فرزند علمی، بلا کے ذہین، محنتی، جفاکش، علم دوست اور معارف پرور، بر عظیم ہندو پاک میں خاندان ولی اللہ کی قرآنی خدمات ریکارڈ ہیں اور ان میں بھی شاد عبدالقادر دہلوی کا ترجمہ و تفسیر امتیازی مقام کا حامل۔ بلاشبہ الہامی معاملہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی دین۔ مولانا اخلاق حسین نے اس کے محاسن پر قلم اٹھایا تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو گئی، کتاب کیا ہے رنگارنگ پچھولوں کا حسین و دلادہیزہ گلہ سنہ، خاندان ولی اللہ کی قرآنی خدمات کا بھرپور تعارف۔ دوسرے خدام قرآن کی قرآنی خدمات کا تعارف۔ شاہ صاحب اور دوسرے مفسرین و مترجمین کا تقابلی مطالعہ، مختلف عنوانات و انداز سے ترجمہ و تفسیر کی خوبیاں، الغرض کتاب علم و عرفان کا گنجینہ ہے اور قرآنی طلباء کے لئے نعمت غیر مترقبہ، مولانا کی اجازت اور متعدد قیمتی اضافوں سے

پاکستانی ایڈیشن کی سعادت ذوالنورین اکادمی بھیرہ کو حاصل ہوئی، آفسٹ کی خوبصورت کثابت، سفید بڑھیا کاغذ، مضبوط ڈائی دار جلد، ساڑھے آٹھ سو سے زائد صفحات۔ قیمت ۵۰ روپے۔ ملے کا پتہ: مکتبہ قاسمیہ الفضل مارکیٹ ۱۷، اردو بازار لاہور

## ترتیب نزول قرآن

مولانا ابوالکلام کے علم دوست سیکرٹری پروفیسر محمد اہل خان کی معرکہ الآراء تصنیف۔ اہل خان کے طویل مطالعہ قرآنی کے سلسلہ کی ایک کڑی جسے سیرت قرآنیہ رسول کریم کا ایک حصہ کہنا چاہئے۔ اہل خان نے کئی سال کتابوں کے ذخیروں میں ڈوب کر اس کتاب کو مرتب کیا۔ ملک کے معروف اخبار مدنیہ میں علماء کی رائے لینے کو اس کے حصص شائع کر لئے، تحسین و توثیق کی صدائیں بلند ہوئیں، قدیم و جدید فضلاء نے پسندیدگی کا اظہار کیا۔ تب کتاب سامنے آئی ۱۱ سال سرزمین وحی میں قرآن میں غوطہ زن رہنے والے بزرگ مولانا عبید اللہ سندھی نے زبردست تقریظ لکھ کر اہل خان کے کام کو بے حد

## نماز پیغمبر

نماز دین کا اہم ترین ستون ہے بدقسمتی سے اکثر مسلمان اس سے ناواقف ہیں اور جو پڑھتے ہیں وہ مسائل سے ناابلد۔ الشیخ محمد الیاس فیصل نے اس کتاب کو لکھا اور سچی بات ہے ڈوب کر، سرور کائنات علیہ السلام کے ارشادات و اقوال اور آپ کے عمل مبارک کی ایسی خوبصورت ترین تصویر کہ سبحان اللہ۔ ایک ایک رکن و واجب اور فرض و مستحب پر حدیثی دلائل۔ الشیخ محمد ثنیق اسعد نے ابتدائیہ لکھا پھر سنی سنٹر جامع مسجد اشرفیہ چوک سنت نگر لاہور نے زکریا ہف کر کے اس کو نہایت خوبصورتی سے چھاپا۔ کثابت، طباعت،







# اسلامی علوم کی عظیم درس گاہ

## داخلہ شروع

# جامعہ عربیہ چنیوٹ

## ضلع جھنگ

پاکستان کے معیاری دینی درس گاہ جامعہ عربیہ چنیوٹ میں اس کے نصاب تعلیم کے مطابق ادق، اولیٰ، ثانیہ، ادیبہ عربیہ، عالم عربی فاضل عربیہ، میٹرک، ایف اے، موقوف علیہ، بی اے اور ایم اے عربیہ و اسلامیات کا داخلہ شروع ہے۔

### خصوصیات

- پاکیزہ و دلکش ماحول
- عمدہ تربیت
- فاضلہ اساتذہ
- تعلیمی وظائف
- ایم اے تک تعلیم
- درسی نظامی کے تکمیل
- سعودی عرب کے یونیورسٹیوں میں داخلہ

درخواستیں بھیجنے کے آخری تاریخ ۱۳ شوال ۱۴۳۸ھ ہے۔ درخواست مکمل تعلیمی کوائف کیساتھ بنام پرنسپل جامعہ عربیہ چنیوٹ آنی چاہئے۔ تاریخ مذکور کے بعد موصول ہونے والی درخواستیں قابل قبول نہ ہوں گی۔

داخلہ  
بذریعہ  
انٹرویو  
ہوگا

پرنسپل جامعہ عربیہ  
چنیوٹ ضلع جھنگ

منظور احمد چنیوٹ

المشقرہ - مولانا